دنیا میں جو کوئی عزت چاہتا ہے تو تمام عزت اللہ کے قبضے میں ہے۔ پاک کلام اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک اعمال بھی اپنی طرف اٹھاتا ہے۔
اور جو لوگ مکاری سے برے کام کرتے ہیں' ان کیلئے سخت عذاب ہے اور ان کی مکاری آخر کار تباہ ہوگی۔ (فاطر: 10)

کے ایل سہگل: 1904ء سے 1946ء

کندن لال سہگل' جو شاید برصغیر کے اس وقت سے عظیم ترین عوامی گلوکار تسلیم کیے جاتے ہیں' جب موسیقی اور نغمے ریکارڈوں پر منتقل ہونا شروع ہوئے' نے 18 جنوری 1946ء کو اس دنیا سے کوچ کیا۔ وہ 1904ء میں جالندھر (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے اور اس طرح رواں سال ان کے 100ویں جنم دن کا سال ہے۔ جب سہگل کا انتقال ہوا' تو ان کی عمر صرف 42 سال تھی۔ ان کی موت ایک المیہ ضرور تھی' مگر حیرت انگیز نہیں۔ دیوتا جن لوگوں کو لافانی بنانا چاہتے ہوں' وہ لوگ اکثر تھوڑی عمر ہی میں مر جاتے ہیں۔ تمام لوگوں کے متعلق تو نہیں' لیکن اس ضمن میں شیلے' کیٹس' بائرن' موزارٹ اور سکندر اعظم کا نام لیا جاسکتا ہے۔ مسحور اور مبہوت کر دینے والا باصلاحیت گلوکار ماسٹر' جو اپنی آواز کی وجہ سے زمین کی کوئی ملکوتی شخصیت نظر آتا تھا' بہت جلد اس دنیا سے چلا گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کے کتنے نغمے ریکارڈ کیے گئے اور کتنے زمانے کی دستبرد سے بچے ہیں' مگر میں نے صرف دو سنے ہیں: "حیرت سے تک رہا ہے جہان وفا مجھے" اور "یوں نہ رہ رہ کر ہمیں ترسائیے۔" لیکن یہ دو نغمے ہی اسے ہمیشہ زندہ رکھنے کیلئے کافی ہیں۔

میری عمر کے لوگ ریڈیو سن کر جوان ہوئے ہیں۔ ٹی وی ابھی نہیں آیا تھا اور درمیانے درجے کے متمول افراد کے پاس ہی گراموفون ہوتے تھے (اگر کسی کے پاس چارپایوں والا بڑا گراموفون ہوتا تھا' تو اسے خوش قسمت سمجھا جاتا تھا)۔ میں نے سہگل کو پہلی بار ریڈیو پر سنا۔ ریڈیو سیلون کے اردو سروس میں صبح 8 بجے پرانے گانے نشر کیے جاتے تھے' لیکن پروگرام کے اختتام سے پہلے سہگل کا ایک نغمہ ہمیشہ ضرور لگایا جاتا تھا۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اس شخص میں کیا خوبی ہے؟ چکوال میں میرے گھر کے قریب ایک چائے خانہ ہوتا تھا' جس کا نام گل انار ہوٹل تھا' کیونکہ مالک کو ہوٹل اور ریستوران کے درمیان فرق کا علم نہ تھا۔ میں دنوں ملٹری اکیڈمی میں تھا اور جب چھٹی پر گھر آتا' تو میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ شام کو گل انار ہوٹل میں چائے پینے جایا کرتا تھا (کیونکہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ تھی)۔ مجھے سخت حیرت ہوئی جب مجھے معلوم ہوا کہ ہوٹل کے مالک کے پاس سہگل کے 78 ریکارڈ ہیں' جو ایک کونے میں پڑے تھے اور جن پر گرد جمی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ ان پر سے گرد صاف کرے۔ اس کے بعد سے ہم سہگل کی آواز سنتے ہوئے چائے پینے لگے' جبکہ اکثر دوسرے لوگ حیران ہوتے تھے۔

اس زمانے میں موسیقی کی چیزیں بیچنا یا خریدنا کوئی منافع بخش کاروبار نہ تھا' جیسا کہ آجکل ہے (کم از کم ہمارے علاقے میں)۔ جاپانی اس وقت مارکیٹ پر چھائے ہوئے نہیں تھے اور ٹیپ رکھنا ایک عیاشی سمجھی جاتی تھی۔ کیسٹ ٹیپ ریکارڈر ابھی ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اچھی موسیقی تک دسترس حاصل کرنا آسان کام نہ تھا۔ کراچی میں جہاں میری پہلی تعیناتی ہوئی تھی' میں نے صدر میں ایک گوشے میں موسیقی کے سازوں کی مرمت کرنے والے کی دکان دیکھی' جس کے مالک کے پاس سہگل کے نغموں کا ایک ذخیرہ تھا۔ میں نے وہ تمام نغمے ٹیپ کے بڑے سپول پر ریکارڈ کرالئے' کیونکہ کیسٹ سے پہلے انہی کا رواج تھا۔ چنانچہ اس طرح مجھے سہگل کو تنہائی میں سننے کا موقع ملا۔

سہگل اتنا عظیم کیوں ہے؟ اولاً اس کی آواز' جو خوشگوار' گمبھیر' مسحور کر دینے والی اور سریلی ہے' جو شاید جادو اور شہد کے امتزاج سے بنائی گئی ہے۔ یہ آواز سنتے ہوئے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی' جیسا کہ اکثر بہترین گلوکاروں کے سننے پر بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی انتہائی خوش الحانی ہے۔ سہگل نے جو کچھ بھی گایا ہے' چاہے وہ بھجن ہوں یا غزلیں' محبت بھرے نغمے ہوں یا بچوں کیلئے گیت' ہر چیز سریلی ہے۔ ایچ ایم وی نے سہگل کے نغموں پر مشتمل پانچ کیسٹوں کا ایک سیٹ جاری کیا تھا۔ آپ یہ تمام نغمے سن لیں' مگر یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ فلاں نغمہ اچھا نہیں۔

غزل گانے والے اور بھی لوگ ہیں' مثلاً بیگم اختر' عظیم فریدہ خانم اور ہمارے اپنے مہدی حسن۔ ہر ایک کا اپنا انداز ہے اور اپنا سٹائل ہے۔ مگر سہگل نے جو غزلیں گائی ہیں' ان میں کوئی "استادی" نہیں دکھائی گئی۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اپنے اس نکتے کو کس طرح واضح کروں کہ سہگل نے سیدھے سادے انداز میں غزلیں گائی ہیں اور کسی قسم کے تان پلٹوں یا مرکیوں سے کام نہیں لیا' جیسا کہ غلام علی گاتے وقت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی غزلیں نہایت سریلی ہوتی ہیں اور مسحور کر دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر غالب کی مشہور غزل "نکتہ چیں ہے غم دل" لے لیں۔ دوسروں نے بھی یہ غزل گائی ہے' لیکن سہگل دل کے تاروں کو چھیڑ دیتا' کیونکہ اس کی آواز ہی ایسی ہے' جیسے یہ درد دل کے اظہار کیلئے بنی ہو۔ غالب کو آج تک کسی نے بھی ایسا نہیں گایا' جیسا سہگل نے گایا ہے۔

سہگل کی آواز ایسی ہے' جو دوپہر کیلئے نہیں' جب سورج غروب ہو رہا ہو' یا شفق کی روشنی آہستہ آہستہ تاریکی میں مدغم ہو رہی ہے' یا جب چاندنی رات نہ ہو' یا آپ ایک ایسے موڈ میں ہوں جس کا اظہار شیکسپیئر کے سانیٹ When in disgrace میں کیا گیا ہے۔ سہگل دل کے تاروں کو چھیڑ دیتا ہے۔ اس کی آواز محبت کی آواز ہے' ایک ایسی محبت جو ناکام رہی ہے اور ایک المیہ ہو۔ اس نے خوشی کے نغمے بھی گائے ہیں' مثلاً "چھونہ چھونہ۔" لیکن اس کی آواز کا بہترین ابلاغ غم والم کے ذریعے ہوتا ہے۔ سہگل کے خوشی کے نغموں میں بھی غم کا پہلو ہوتا ہے' جیسے شیکسپیئر میں فالسٹاف۔

عظیم آرٹ چاہے کوئی بھی ہو' اس کا مائنی نہیں ہوتا۔

کیسر لنگ نے چتوڑ میں راجپوتوں کا بنایا ہوا قلعہ دیکھا اور انسانی عظمت کی تاریخ میں گم سم ہو گیا۔ لاہور کے عجائب گھر میں بھوک کا مارا بدھ (Fasting Buddha) آپ کو مانسی میں لے جاتا ہے۔ بیتھوون کی موسیقی' چاہے کنسرٹو ہو یا سٹرنگ کوارٹیٹ یا کوئی سمفنی' آپ کو اونچے پیڑوں' گہری وادیوں' بادلوں کی چمک اور گھن گرج میں لے جاتی ہے۔ میں سہگل کا بیتھوون کے ساتھ مقابلہ نہیں کر رہا (بیتھوون کا مقابلہ کسی سے نہیں کیا جاسکتا)۔ میں صرف یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ سہگل کی آواز کا کوئی ثانی نہیں۔

ایک اور بات۔ بہت سے عظیم گلوکاروں کی آواز ایک جیسی نہیں رہتی' بلکہ وہ موقع کی مناسبت سے ہوتی ہے' جیسے قطب شمالی کے پرندے' جن کے بال و پر موسموں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ ماریا کالس کے نغموں کے چند تانوں اور پلٹوں میں اس کی آواز گمبھیر اور عمیق ہوتی ہے' مگر دوسرے نغموں میں تیکھی اور واضح۔ متاثر کرنے کی خوبی اور ہمارے حواس پر چھا جانے کی اہلیت ایک جیسی ہوتی ہے' مگر قطب شمالی کے پرندوں کے بال و پر کی تبدیلی کی طرح مختلف کیفیتوں کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔

بلبل بھارت' یا بلبل برصغیر کہہ لیں' کیونکہ لتا منگیشکر کسی ایک ملک کی نہیں' کی آواز ایسی نہیں' کیونکہ وہ کوئی گیت گا رہی ہو' غزل یا بھجن' اس کی آواز ہمیشہ ایک جیسی رہتی ہے۔ تاہم نور جہاں کی آواز میں اتار چڑھاؤ کی خوبی تھی اور آواز موڈ اور جذبات کے مطابق تھی۔ یہی بات سہگل میں تھی۔ بعض نغموں میں اس کی آواز گمبھیر ہوتی تھی اور دوسروں میں تیکھی اور واضح۔ مثال کے طور پر ان کے دو نغمے دیکھیں' ایک فلم "پریذیڈنٹ" کا نغمہ "پریم کی ناؤ" اس جگ میں" اور فلم "دشمن" کا نغمہ "پریت میں ہے جیون جوکھوں۔" آواز بہت گمبھیر اور عمیق ہے۔ اس کے بعد فلم "سٹریٹ سنگر" کا نغمہ "بابل مورا..... " دیکھیں۔ آواز تیکھی اور تیور سُر میں ہے۔ برصغیر میں کچھ حقیقتاً عظیم گلوکار پیدا ہوئے ہیں' جن کے نغمے طویل عرصے تک زندہ رہیں گے' لیکن ٹیلنٹ کی اس بھرمار میں اگر آسکر ایوارڈ کسی کو دیا جاسکتا ہے تو میرے خیال میں اس کے مستحق صرف کندن لال سہگل ہیں۔

(بشکریہ "ڈان"۔ ترجمہ: ریحان قیوم) ☆

مہمان کالم